طالب محسن

ہمارا دین

عن یحییٰ بن یعمر قال: کان أول من قال فی القدر بالبصرة معبد الجهنی . فانطلقت أنا و حمید بن عبدالرحمن الحمیری حاجین أو اعتمرین . فقلنا: لو لقینا أحدا من أصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فسألناه عما یقول هؤلاء فی القدر. فوفق لنا عبداللّٰہ ابن عمربن الخطاب رضی اللّٰہ عنهما داخلا المسجد . فاکتنفته أنا و صاحبی، أحدنا عن یمینه و الآخر عن شماله ، فظننت أن صاحبی سیکل الکلام إلی . فقلت: أبا عبد الرحمٰن، إنه قد ظهر قبلنا ناس یقرؤن القرآن ویتقفرون العلم و ذکر من شأنهم و أنهم یزعمون أن لا قدر و أن الأمر أنف. قال: فإذا لقیت أولئك فأخبرهم أنی بریئ منهم و أنهم براء منی . والذی یحلف به عبداللّٰہ بن عمر لو أن لأحدهم مثل أحد ذهبا فأنفقه ما قبل اللّٰہ منه حتی یؤمن بالقدر ثم قال: حدثنی أبی عمر بن الخطاب قال: بینما نحن عند رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و سلم ذات یوم. إذ طلع

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

علينا رجل شديد بياض الثياب شديد سواد الشعر . لايرى عليه أثر السفر. ولا يعرفه منا أحد . حتى جلس إلى النبى صلى اللّٰه عليه وسلم. فأسند ركبتيه إلى ركبتيه وضع كفيه على فخذيه. قال: يا محمد أخبرنى عن الإسلام؟ فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: الإسلام أن تشهد أن لا إله إلا اللّٰه وأن محمدا رسول اللّٰه وتقيم الصلوة وتؤتى الزكوة وتصوم رمضان وتحج البيت إن استطعت إليه سبيلا . قال: صدقت . قال: فعجبنا له يسأله ويصدقه . قال: فأخبرنى عن الايمان . قال: أن تومن باللّٰه وملائكته وكتبه ورسله واليوم الآخر وتؤمن بالقدر خيره وشره. قال: صدقت . قال: فأخبرنى عن الإحسان. قال: أن تعبد اللّٰه كأنك تراه فإن لم تكن تراه فإنه يراك. قال: فأخبرنى عن الساعة. قال: ماالمسؤل بأعلم من السائل. قال: فأخبرنى عن أمارتها. قال: أن تلد الأمة ربتها، وأن ترى الحفاة العراة العالة رعاء الشاء يتطاولون فى البنيان . قال: ثم انطلق، فلبثت مليا. ثم قال لى: يا عمر، أتدرى من السائل؟ قلت: اللّٰه ورسوله أعلم: قال: فأنه جبريل أتاكم يعلمكم دينكم.

''یحییٰ بن یعمر بیان کرتے ہیں کہ بصرہ میں سب سے پہلے معبد جہنی نے تقدیر کے بارے میں کچھ (اختلافی) رائے ظاہر کی تھی۔ (یہی زمانہ تھا کہ) میں اور حمید بن عبدالرحمٰن حج یا عمرے کے لیے نکلے۔ چنانچہ ہم نے سوچ لیا تھا کہ اگر اصحاب رسول میں سے کسی سے ملاقات ہوئی تو ہم اس سے تقدیر کے متعلق یہ لوگ جو کچھ کہہ رہے ہیں اس کے بارے میں پوچھیں گے۔ اتفاقاً کی بات ہے کہ

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

ہمیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہی مسجد حرام میں داخل ہوتے ہوئے مل گئے۔ چنانچہ ہم نے انھیں اس طرح گھیر لیا[2] کہ ہم میں سے ایک ان کے دائیں اور دوسرا ان کے بائیں طرف تھا۔ میرا گمان تھا کہ میرے ساتھی بات کرنے کی ذمہ داری[3] مجھے ہی دیں گے۔ چنانچہ میں نے کہا: ابوعبدالرحمٰن، معاملہ یہ ہے کہ ہماری طرف کچھ ایسے لوگ سامنے آرہے ہیں جو قرآن کا درس دیتے ہیں اور علم کی گہرائیوں میں اترتے ہیں[4] اور اس طرح ان کے کچھ دوسرے پہلوؤں کا ذکر کیا اور یہ بھی بتایا کہ وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ تقدیر کوئی چیز نہیں ہے، ہر معاملہ نیا ہوتا ہے (یعنی پہلے سے طے شدہ نہیں ہوتا)۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تم ان لوگوں سے ملو تو انھیں میری طرف سے بتا دینا کہ میں ان سے بری ہوں اور وہ مجھ سے بری ہیں۔ عبداللہ بن عمر اس ذات کی قسم کھاتا ہے، اگر ان میں سے کسی کے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو اور وہ اسے خیرات کر دے تو اللہ اسے قبول نہیں کریں گے یہاں تک کہ وہ تقدیر پر ایمان نہ لے آئے۔ پھر کہا: میرے والد، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا تھا: ایک[5] روز ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اچانک ایک آدمی نمودار ہوا۔ اس کے کپڑے انتہائی

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

---

۱ اصل میں 'وفق لنا' ہے۔ یہ 'وفق' سے مجہول ہے۔ اس کا مطلب ہے توفیق دینا، موافق کرنا، عین موقع پر ہونا یا آنا۔ ہم نے آخری معنی کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس جملے کے معنی: 'اتفاق کی بات ہے' کیے ہیں۔

۲ اصل میں 'اکتنفتہ' ہے۔ 'کنف' کے معنی کنارے یا ناحیہ کے ہیں۔ اس اعتبار سے 'اکتنف' کے ایک معنی ساتھ لگنے کے ہیں۔ اسی طرح یہ لفظ باڑھ لگانے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ چنانچہ اس کے ایک معنی احاطہ کرنے کے بھی ہیں۔ سیاق وسباق کی مناسبت سے ہم نے اس کا ترجمہ 'گھیر لیا' کیا ہے۔

۳ اصل میں 'سیکل الکلام إلی' ہے۔ 'وکل یکل' کا مطلب ذمہ داری دینا ہے۔ اسی طرح یہ موقع دینے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اس روایت کے ایک دوسرے متن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پہلے معنی میں ہے۔

۴ اصل میں 'یتقفرون' ہے۔ 'قفر' اور 'تقفر' پیروی کرنے کے معنی میں آتے ہیں۔ یہاں اس سے مراد گہرے نکتوں تک پہنچنا ہے۔

۵ اصل جملہ 'بینما' سے شروع ہوا ہے۔ اس کی ایک لغت 'بینا' بھی ہے۔ یہ ظرف زمان ہے اور دو جملوں کی طرف مضاف ہوتا ہے۔ دوسرے جملے پر کبھی 'اذ' آتا ہے اور کبھی نہیں۔

سفید اور بال بالکل سیاہ تھے[6]۔ اس پر سفر کی کوئی علامت نظر نہ آتی تھی اور ہم میں سے کوئی اسے پہچانتا بھی نہ تھا۔ (آگے بڑھتے ہوئے) وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنے گھٹنے آپ کے گھٹنوں سے ملا دیے اور اپنے ہاتھ اپنے زانووں پر رکھ لیے اور کہا: اے محمد، مجھے اسلام کے بارے میں بتائیے۔ آپ نے فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تو اس بات کا برملا اقرار کرے کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں، نماز کا اہتمام کرے، زکوٰۃ ادا کرے، ماہ رمضان کے روزے رکھے اور اگر زادراہ[7] کی استطاعت ہو تو حج کرے۔ (آپ کا جواب سن کر) اس آدمی نے کہا: آپ نے درست فرمایا ہے۔ اس پر ہم حیران ہوئے کہ (عجیب آدمی ہے) آپ سے سوال بھی کر رہا ہے اور تصدیق بھی کر رہا ہے۔ پھر اس نے پوچھا: مجھے ایمان کے بارے میں بتائیے۔ آپ نے فرمایا: (ایمان یہ ہے کہ) تو اللہ پر، اس کے فرشتوں[8] پر، اس کی کتابوں پر اور یوم آخرت پر ایمان لائے اور تقدیر کے اچھے اور برے پر بھی ایمان رکھے۔ (آپ کا یہ جواب سن کر بھی) اس نے کہا: آپ نے درست فرمایا ہے۔ پھر اس نے پوچھا: مجھے احسان کے بارے میں بتائیے۔ آپ نے فرمایا: (احسان یہ ہے کہ) تو اللہ کی اس طرح عبادت کرے جیسے کہ تو اسے دیکھ رہا ہے۔ پھر اگر تم اسے نہیں دیکھ پاتے (تو کیا ہوا) وہ تو تمھیں دیکھ رہا ہے[9]۔ اس نے پوچھا: مجھے قیامت (کا وقت) بتائیے۔ آپ نے فرمایا: جس سے پوچھا گیا ہے وہ سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔ تب اس نے کہا: مجھے اس کی علامات سے آگاہ

---

[6] اصل میں 'شدید بیاض الثیاب شدید سواد الشعر' کے الفاظ ہیں۔ یہ تراکیب 'رجل' کی صفت ہیں۔ مراد یہ ہے کہ اجنبی ہونے کے باوجود اس پر سفر کے کوئی آثار نظر نہیں آتے تھے۔

[7] اصل میں 'سبیلا' ہے۔ یہ تمیز ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ یہاں اس سے مراد زادراہ ہے۔

[8] فرشتوں کے لیے عربی لفظ 'ملائکۃ' ہے۔ ایک تحقیق کے مطابق اصل 'مألك' ہے۔ 'الك' کا مطلب پیغام پہنچانا ہے۔ مصدر 'الالوكۃ' ہے۔ اس سے 'ملئك' بنا۔ جو 'ملاك' اور 'ملك' میں بدلا۔ لیکن جمع میں ہمزہ واپس آجاتی ہے: 'ملائك' اور 'ملائکۃ'۔

[9] حدیث میں یہ بات 'ان تعبد اللہ كأنك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك' سے ادا کی گئی ہے۔ 'كأنك تراه' حال یا مصدر کے محل پر ہے۔ 'فان لم تكن تراه' کے 'فانه يراك' جواب شرط نہیں ہے، بلکہ مقدر جواب 'لا بأس' پر عطف ہے۔ ترجمے میں ہم نے 'تو کیا ہوا' کے الفاظ سے قوسین میں اسی مقدر کو کھولا ہے۔

فرمایئے۔ آپ نے فرمایا: یہ کہ لونڈی اپنی آقا کو جنم دے اور یہ کہ تو ان برہنہ پا چلنے والوں[10]، ڈھنگ کا لباس نہ رکھنے والوں[11] اور بکریوں[12] کے چرواہوں[13] کو ایک سے بڑھ کر ایک اونچی عمارتیں تعمیر کرتے ہوئے دیکھے۔ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں: اس کے بعد وہ آدمی چلا گیا۔ میں کچھ دیر رکا رہا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر، جانتے ہو سائل کون تھا۔ میں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: یہ جبریل تھے جو تمھیں تمھارا دین سکھانے آئے تھے۔''

معنی

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روایت میں دین کے ظاہری اور باطنی پہلوؤں کو بڑی جامعیت سے بیان کر دیا ہے۔ روایت میں مضمون ظاہری اعمال سے باطنی اعمال اور پھر باطن کی سب سے اعلیٰ حالت احسان کی طرف بڑھتا ہے اور اس کا اختتام علامات قیامت کے تذکرے پر ہوا ہے۔ اس اعتبار سے یہ تذکیر وموعظت کا جامع مجموعہ ہے۔ اس حدیث میں اسلام اور ایمان میں فرق اس حقیقت کو واضح کرنے کے لیے کیا گیا ہے کہ جب کوئی فرد اسلام قبول کرتا ہے تو اس کے ظاہری اعمال اور اس کے ایمانیات میں کیا چیزیں ظاہر ہوتی ہیں۔ قرآن مجید میں یہ دونوں مترادف کی حیثیت سے بھی آئے ہیں اور اس طرح ظاہر و باطن کی توضیح کے لیے بھی۔ ایمان و اسلام کے فرق پر قرآن مجید کی درج ذیل آیت دلالت کرتی ہے:

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا، قُلْ: لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا: اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ. (الحجر۳۹:۱۴)	''اہل بدو نے کہا: ہم ایمان لائے۔ ان کو بتا دو کہ تم ایمان نہیں لائے، ہاں یوں کہو کہ ہم نے اطاعت قبول کی اور ایمان ابھی تک تمھارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں کو ایمانیات کی حیثیت سے بیان کیا ہے۔ قرآن مجید میں بھی یہ اسی طرح بیان ہوئیں ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ یہاں اللہ پر ایمان کی ایک فرع تقدیر کا ذکر ہوا ہے، جبکہ قرآن مجید کی اس آیت میں یہ پہلو مذکور نہیں ہے۔ سورۂ بقرہ میں ہے:

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

۱۰؎ عربی کا لفظ 'الحفاۃ' ہے۔ ننگے پاؤں 'الحافی' کی جمع ہے۔ اس پر الف لام عہد کا ہے۔ مراد عرب کے چرواہے ہیں۔

۱۱؎ اصل میں 'العراۃ' ہے۔ مراد ہے بے لباس لوگ، یہ 'العاری' کی جمع ہے۔ اس پر بھی الف لام عہد کا ہے۔ یہ انھی چرواہوں کی ایک دوسری نشانی ہے۔ یعنی یہ آج ڈھنگ کے لباس سے بھی محروم ہیں۔

۱۲؎ حدیث میں بکریوں کے لیے 'الشاء' کا لفظ آیا ہے۔ یہ بھی جمع ہے اور اس کا واحد 'شاۃ' ہے۔

۱۳؎ اصل میں 'رعاء' ہے۔ مراد ہے: چرواہے، یہ 'الراعی' کی جمع ہے۔

كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ. (۲:۲۸۵)

’’ہر ایک ایمان لایا اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر۔‘‘

اس روایت میں اسلام کے تحت جو اعمال بیان ہوئے ہیں ان کا ذکر قرآن مجید میں یکجا نہیں ہے، لیکن یہ وہ اعمال ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں بڑے اہتمام سے ہوا ہے اور یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ ان کی حیثیت لازمی اعمال کی ہے۔ ہم یہاں ان سے متعلق آیات نقل نہیں کر رہے ہیں۔ اس لیے کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے آگے ان کے متعلق الگ الگ عنوانات کے تحت احادیث جمع کی ہیں۔ ان سے متعلق آیات بھی وہیں نقل کرنا زیادہ موزوں ہوگا۔

احسان کی اصطلاح قرآن مجید سے ماخوذ ہے۔ خود قرآن مجید میں اس کی حقیقت سورۂ نساء میں بیان کی گئی ہے:

وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ. (۴:۱۲۵)

’’باعتبار دین اس سے بڑھ کر کون ہوسکتا ہے، جس نے اپنا چہرا خدا کے لیے برائے تسلیم خم کر لیا اور وہ خوب کار بھی ہو۔‘‘

یعنی دین میں احسان یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو پوری طرح اللہ کے حوالے کر دے۔ وہ اس کے ہر حکم کو بجا لائے اور تعمیل حکم اس طرح کرے جس طرح سے اس کا حق ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل کے سوال کے جواب میں اسی احسان کو پانے کا طریقہ بتایا ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ جب تم اللہ کے کسی حکم کی تعمیل کر رہے ہو تو یہ خیال کرو کہ اللہ تمھیں دیکھ رہا ہے، لیکن اس بات کو بیان کرنے کے لیے آپ نے بلیغ اسلوب اختیار کیا ہے۔ آپ نے پہلے یہ کہا کہ تم اللہ کی اس طرح عبادت کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو۔ اس میں اگرچہ 'گویا کہ' کے لفظ سے یہ واضح تھا کہ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ممکن نہیں ہے۔ چنانچہ آپ نے خود ہی بیان کر دیا کہ اگرچہ تم اسے نہیں دیکھ سکتے، لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے تم یہ خیال کرو کہ وہ تمھیں دیکھ رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے کا تصور اتنا قوی تاثر رکھتا ہے کہ آدمی اپنے آپ کو خدا کے سامنے محسوس کرنے لگ جاتا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جو ایک مومن کے عمل سے کوتاہی اور کمی کو دور کرنے میں اس کی مدد کرتی ہے اور یہی وہ چیز ہے جو ایک مومن کی نیت اور محرکات کو درست کر کے اس کو اخلاص کی نعمت سے مالا مال کرتی ہے۔ احسان اس کے سوا کچھ نہیں کہ عمل بھی درست ہو اور نیت بھی صالح ہو۔ قرآن مجید میں بھی یہ بات بیان ہوئی ہے، لیکن اس میں اسلوب بیان مختلف ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں تقریباً تمام احکام میں اللہ تعالیٰ کے سمیع و بصیر اور علیم و محیط ہونے کے پہلو کو بیان کیا گیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کے اس بیان کے عملی پہلو کو واضح کیا ہے۔

علامات قیامت کے باب میں یہ روایت جن دو بنیادی نشانیوں کو بیان کرتی ہے۔ ان کے بارے میں بنیادی بات یہ واضح رہنی چاہیے کہ یہ سرزمین عرب سے متعلق ہیں۔ اس کا واضح قرینہ عہد کا الف لام ہے۔ یعنی 'الحفاۃ' اور 'العراۃ' پر لام عہد ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے عرب چرواہوں کی صفات ہیں۔ سرزمین عرب کے یہی غریب قبائل ہیں، جن کی

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

نسلیں آج غیر معمولی دولت مند ہیں۔ وہ جنھیں سر چھپانے کے لیے چھت میسر نہ تھی، آج محلات میں رہ رہے ہیں۔ یہ نشانی اپنے تمام مظاہر کے ساتھ تمام ہو چکی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ کی روایت میں ان کے لیے عمارتوں کی تعمیر کے ساتھ ساتھ ملوک الارض کی تعبیر بھی بیان ہوئی ہے۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ اس زمانے کے وہ قبائل جو بھیڑ بکریاں چراتے تھے اور یہی ان کی معیشت کا بڑا ذریعہ تھا آج عرب کے بادشاہ ہیں۔

دوسری نشانی غلامی سے متعلق ہے۔ لونڈی کا اپنی آقا کو جنم دینا اپنے مصداق کے تعین کے اعتبار سے ایک مشکل نشانی ہے۔ شارحین نے ان الفاظ سے اقدار کی تباہی، اسلامی اقدار کی ترقی (یعنی لونڈی کی اولاد کو مراتب حاصل ہوں گے) اور اولاد کی نافرمانی کے معنی متعین کیے ہیں۔ موجودہ دور میں بعض اہل علم نے اس کا اطلاق کرائے کی ماں کی اولاد (ٹیسٹ ٹیوب بے بی) پر کیا ہے۔ اس نشانی کے الفاظ سے اس تاویل کی کوئی مناسبت نہیں ہے۔ البتہ اس کا کیا کیا جائے کہ ان الفاظ سے دوسرے شارحین نے جو نشانی سمجھی ہے اس کی مناسبت بھی الفاظ کے ساتھ ایسی ہی ہے۔ استاد محترم جناب جاوید احمد غامدی کی رائے یہ ہے کہ جس طرح چرواہوں سے متعلق نشانی بھی سرزمین عرب سے متعلق ہے اسی طرح یہ نشانی بھی سرزمین عرب سے متعلق ہے۔ قرب قیامت میں غلامی کے معاملے میں سب سے بڑا واقعہ یہ ہوا ہے کہ اسے ختم کر دیا گیا ہے۔ پوری دنیا کے ساتھ ساتھ عرب میں بھی غلامی ختم کر دی گئی تھی۔ ایک رات پہلے جو غلام تھا وہ اب آزاد تھا۔ اپنے آقا کے برابر کی حیثیت کا شہری۔ استاد محترم کے نزدیک اس جملے میں ولادت کا فعل توسعاً استعمال ہوا ہے۔ یعنی ایک نسل ایک دن پہلے تک غلام تھی اور غلام ہی پیدا کر رہی تھی، لیکن اب وہ آزاد ہے اور آزادوں ہی کو جنم دے رہی ہے۔ اسی طرح وہ 'ربتھا' کی ترکیب کو بھی دوسرے طریقے سے کھولتے ہیں۔ ان کی رائے یہ ہے کہ یہ اضافت 'ام علی قلوب أقفالھا' (محمد ۴۷: ۲۴) کے اسلوب پر ہے۔ جس طرح یہاں اس سے دلوں کے تالے مراد ہے، اسی طرح روایت میں لونڈیوں کے آقا یعنی آزاد مراد ہیں۔

عرب کی سرزمین میں موجودہ زمانے میں غلامی کا خاتمہ، عربوں کے لیے دولت کی فراوانی اور چرواہوں کے بادشاہ بننے کے واقعات کا ایک ہی زمانے میں ظہور اور زیر بحث جملے کی یہ تالیف اس جملے کی غلامی کے خاتمے سے تعلق کو بہت قوی بنا دیتی ہے۔

متون

اس روایت کے دو حصے ہیں۔ ایک حصہ یحییٰ بن یعمر کی حضرت ابن عمر سے ملاقات کے پس منظر کو بیان کرتا ہے۔ یہ حصہ مسلم کے علاوہ ہمیں ابن مندہ کی کتاب الایمان میں بھی ملتا ہے۔ ابن مندہ کا بیان ذرا تفصیلی ہے:

عن یحییٰ بن یعمر قال: رجل من جھینۃ	''یحییٰ بن یعمر بیان کرتے ہیں کہ جہینہ کا ایک آدمی جس

www.javedahmadghamidi.org www.al-mawrid.org

فيه زهو وكان يتوثب على جيرانه . ثم إنه قرأ القرآن وفرض الفرائض وقص على الناس ثم إنه صار من أمره أنه زعم أن العلم أنف . من شاء عمل خيرا ومن شاء عمل شرا . قال: فلقيت أبا الأسود الدبلى . فذكرت ذلك له . فقال: كذب، مارأينا أحدا من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم إلا يثبت القدر. ثم إنى حججت أنا وحميد بن عبدالرحمن الحميرى . فلما حجنا . قال: قلنا نأتى المدينة فنلقى أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم. فنسألهم عن القدر. قال: فلما أتيت المدينة لقينا إنسانا من الأنصار. فلم نسأله . قلنا حتى نلقى ابن عمر وأبا سعيد الخدرى. قال: فلقينا ابن عمر كفه عن كفه. قال: فقمت عن يمينه وقام عن شماله. قال: قلت تسأله أم أسأله . قال: لا بل تسأله . لأنى كنت أبسط لسانا منه . قال: قلنا يا أبا عبد الرحمن، إن ناسا عندنا بالعراق قد قرؤوا القرآن وفرضوا الفرائض وقصوا على الناس يزعمون أن العمل أنف. من شاء عمل خيرا ومن شاء عمل شرا . قال: فإذا لقيتم أولئك. فقولوا: يقول ابن عمر هو منكم برئ وأنتم منه براه ، ابن عمر

میں کچھ تکبر تھا، اپنے ہمسائیوں کے ساتھ زیادتی بھی کرتا تھا، اس کے ساتھ ساتھ قرآن بھی پڑھتا تھا اور فرائض ادا کرتا تھا۔ لوگوں کے سامنے (اپنے خیالات) بیان کرتا تھا۔ پھر اس کا معاملہ یہ ہوگیا کہ اس نے یہ خیال ظاہر کیا کہ (ہر چیز) علم (الٰہی) میں نئے سرے سے آتی ہے۔ جو چاہے خیر کرے، جو چاہے برا کرے۔ چنانچہ میں ابواسود سے ملا اور انھیں یہ ساری بات بتائی۔ انھوں نے کہا: اس نے غلط کہا۔ ہم نے کسی صحابی کو نہیں دیکھا، مگر یہ کہ تقدیر کو ثابت کرتے تھے۔ اس زمانے میں میں نے اور حمید بن عبدالرحمان حمیری نے حج کیا۔ جب ہم نے حج کر لیا تو ہم نے سوچا کہ ہم مدینہ چلتے ہیں وہاں صحابہ سے ملاقات کریں گے اور ان سے تقدیر کے بارے میں پوچھیں گے۔ جب ہم مدینہ آئے تو ہماری ملاقات ایک انصاری سے ہوئی، لیکن ہم نے ان سے نہیں پوچھا۔ یہاں تک کہ ہماری ملاقات ابن عمر اور ابوسعید خدری سے ہوئی۔ چنانچہ ہماری ابن عمر سے ملاقات میں آمنا سامنا ہوا تو میں ان کے دائیں طرف اور وہ ان کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ میں نے پوچھا: میں پوچھوں یا تم پوچھو گے۔ اس نے کہا: نہیں، بلکہ، تم ہی پوچھو، کیونکہ میں زیادہ واضح بات کرنے والا تھا۔ ہم نے کہا: ابوعبدالرحمٰن، ہمارے ہاں عراق میں کچھ لوگ ہیں۔ انھوں نے قرآن پڑھا ہے۔ فرائض ادا کیے ہیں۔ لوگوں کے سامنے دعوے کے انداز میں کہتے ہیں کہ عمل نیا ہوتا ہے۔ جو چاہے اچھا کرے اور جو چاہے برا کرے۔ ابن عمر نے کہا: جب ان لوگوں سے ملاقات ہو تو کہنا: ابن عمر کہتا ہے: وہ تم سے بری

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

منكم بريئ و أنتم منه براء . فوالله لو جاء احدهم من العمل مثل أحد ما تقبل من حتى يؤمن بالقدر. (رقم۱۱)

ہے اور تم اس سے بری ہو۔ ابن عمر تم سے بری ہے اور تم اس سے بری ہو۔ بخدا اگر یہ احد پہاڑ کے برابر بھی عمل کرتے تو اللہ ان سے یہ عمل قبول نہ کرتا، یہاں تک کہ یہ تقدیر پر ایمان لے آئیں۔''

مسلم کی روایت کی تمہید اور اس روایت میں تفصیل اور اجمال کا فرق ہے۔ اس سے معبد جہنی کے کردار پر کچھ روشنی پڑتی ہے اور اس کے افکار کے بارے میں بھی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس مخمصے کا شکار تھا، بظاہر روایت کے دونوں متون میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس سے اندازہ ہو کہ اس بحث کے آغاز کے اسباب کیا تھے، لیکن عراق کی تصریح یہ اندازہ کرنے میں مدد دیتی ہے کہ یہ بحث ایرانی طرز فکر کے اثرات کے نتیجے میں پیدا ہوئی۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ اور معبد جہنی کے طرز استدلال میں فرق بہت نمایاں ہے۔ مزید برآں جس بحث کو اس واقعے میں بڑے تعجب سے دیکھا جا رہا ہے بعد میں یہی بحث بڑے زور وشور سے ہوئی اور اس کی بنا پر کئی فرقے وجود میں آئے۔

روایت کا دوسرا حصہ حضرت جبریل علیہ السلام کے سوال و جواب پر مشتمل ہے۔ یہ حصہ ایک الگ روایت کی حیثیت سے حضرت عمر کے علاوہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔ ان متون کے الفاظ باہم دگر بہت مختلف ہیں۔ ہم یہاں خوف طوالت کے پیش نظر صرف اہم اختلافات ہی کا ذکر کریں گے۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی روایت کے آغاز میں اس مکالمے کے زمانے کے بارے میں تصریح ہے۔ وہ واضح کرتے ہیں کہ یہ مکالمہ اس وقت پیش آیا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھنے کے لیے مسجد نبوی میں چبوترہ بنا دیا گیا تھا۔ نسائی میں ہے:

عن ابی هريرة وابی ذر قالا: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يجلس بين ظهرانی أصحابه. فيجیء الغريب، فلا يدری ايهم هو حتى يسأل . فطلبنا إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن نجعل له مجلسا يعرفه الغريب إذا أتاه . فبنينا له دكانا من طين كان يجلس عليه. وإنا لجلوس ورسول الله صلى الله عليه وسلم فی مجلسه، إذ أقبل رجل أحسن الناس وجها وأطيب الناس ريحا

''حضرت ابو ہریرہ اور ابوذر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان بیٹھا کرتے تھے۔ کوئی اجنبی آتا تو یہ نہیں جان پاتا تھا کہ (ان میں سے) وہ (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کون ہیں۔ چنانچہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ ہم ان کے بیٹھنے کی (نمایاں) جگہ بنا دیں تاکہ جب کوئی اجنبی آئے تو آپ کو پہچان لے۔ اس غرض کے لیے ہم نے آپ کے لیے مٹی کا ایک تھڑا بنا دیا جس پر آپ بیٹھنے لگے۔ (ایک موقع پر) ہم بھی بیٹھے ہوئے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی جگہ پر بیٹھے

www.javedahmadghamidi.org
www.al-mawrid.org

كـأن ثيابه لـم يمسهـا دنس حتى سلم في طـرف البساط. فـقـال: السلام عليك يا مـحمد. فـرد عليه السلام . قـال: أدنو يا مـحمد. قـال: ادنه . فـمـا زال يقول أدنو مـرارا ويقول له ادن حتى وضع يده على ركبتـي رسـول الله صلى الله عليه وسلم. قال يامحمد أخبرني ...(رقم ۴۹۰۵)

ہوئے تھے کہ ایک آدمی آیا، جس کا چہرا سب سے خوب صورت تھا۔ جس کی خوشبو سب سے اچھی تھی، گویا کہ اس کے کپڑوں کو میل نے چھوا تک نہیں تھا۔ اس نے بچھونے کے ایک طرف کھڑے ہو کر سلام کیا۔ اس نے کہا: یا محمد، السلام علیک۔ آپ نے جواب دیا۔ اس نے پوچھا: میں قریب آؤں؟ آپ نے کہا: اسے قریب آنے دو۔ وہ یہ کہتا رہا اور آپ یہ دہراتے رہے یہاں تک کہ اس نے اپنے ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں پر رکھ دیے اور کہا: یا محمد، بتائیے ...۔''

شارح مشکوٰۃ ملا علی قاری نے وضاحت کی ہے کہ یہ واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری زمانے میں پیش آیا۔ مسند امام اعظم میں بتایا گیا ہے کہ جبریل ایک نوجوان کی شکل میں آئے تھے۔ قیامت سے متعلق سوال کے جواب میں بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی قیامت کی علامات بتائیں اور دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے جبریل کے کہنے پر یہ علامات بتائیں۔ اسی طرح بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اسی موقع پر بتا دیا تھا کہ آنے والے جبریل تھے اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تصریح تیسرے دن کی گئی تھی۔ اسی طرح کچھ روایات میں یہ بھی بیان ہوا ہے کہ حضور نے سائل کے جانے کے بعد صحابہ کو پیچھے بھی بھیجا تھا۔

اگر معنی کے پہلو سے دیکھیں تو حضرت عمر والی روایت جسے ہم نے اوپر نقل کیا ہے کے الفاظ زیادہ بہتر ہیں اور اگر معلومات کے پہلو سے دیکھیں تو حضرت ابوذر سے مروی روایت زیادہ بہتر ہے۔ بہر حال، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لوگوں کو سائل کے پیچھے بھیجنا تو قرین قیاس ہے، لیکن تیسرے دن والی بات درست معلوم نہیں ہوتی، البتہ یہ ممکن ہے کہ تیسرے دن اس واقعے کا دوبارہ ذکر ہوا ہو۔

کتابیات

بخاری، رقم ۴۸، ۴۴۰۴۔ نسائی، رقم ۴۹۰۴، ۴۹۰۵۔ ابوداؤد، رقم ۴۰۷۵۔ ترمذی، رقم ۲۵۳۵۔ ابن ماجہ، رقم ۶۲۔ احمد، رقم ۱۷۹، ۳۴۶، ۳۵۲۔

—— ۲ ——

عن أبي هريرة رضى الله عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم

يوما بارزا للناس . فأتاه رجل، فقال: يارسول اللّٰه، ما الايمان؟ قال: أن تؤمن باللّٰه وملائكته وكتابه ولقائه ورسله وتؤمن بالبعث الآخر . قال: يا رسول اللّٰه، ماالاسلام؟ قال: الاسلام أن تعبد اللّٰه ولا تشرك به شيئا وتقيم الصلوة المكتوبة وتؤدى الزكوة المفروضة وتصوم رمضان . قال: يا رسول اللّٰه، ما الاحسان؟ قال: أن تعبد اللّٰه كأنك تراه فإنك ان لا تراه فإنه يراك .قال: يارسول اللّٰه، متى الساعة؟ قال: ماالمسئول بأعلم من السائل . ولكن سأحدثك عن أشراطها . وإذا كانت العراة الحفاة رؤس الناس فذاك من أشراطها .واذا تطاول رعاء البهم فى البنيان فذاك من اشراطها . فى خمس لا يعلمهن الا اللّٰه ثم تلا صلى اللّٰه عليه وسلم: إن اللّٰه عنده علم الساعة وينزل الغيث ويعلم ما فى الارحام وما تدرى نفس ماذا تكسب غدا وما تدرى نفس بأى أرض تموت ان اللّٰه عليم خبير. قال: ثم أدبر الرجل. فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ردوا على الرجل. فأخذوا ليردوه، فلم يروا شيئا . فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: هذا جبريل جاء ليعلم الناس دينهم.

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن لوگوں کے لیے باہر[14] بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی آپ کے پاس آیا۔ اس نے کہا: رسول اللہ، ایمان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ کہ تم اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتاب پر، اس سے ملاقات پر، اس کے رسولوں پر

---

[14] ’بارزا للناس‘: ’برز‘ کے معنی ہیں ظاہر ہونا۔ قرآن مجید میں زمین کے لیے ’بارزة‘ کی صفت بالکل نمایاں کے معنی میں آئی ہے یعنی اس پر کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے گی۔ اسی طرح ’برزوا لجالوت‘ میں یہ فعل سامنا ہونے کے معنی میں آیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس روایت میں یہ لفظ آپ کے لوگوں کے درمیان بات چیت اور ملاقات کے لیے موجود ہونے کے معنی میں آیا ہے۔

اور آخرت میں اٹھائے جانے پر ایمان لائے۔ اس نے کہا: رسول اللہ، اسلام کیا ہے؟ آپ نے بتایا: اسلام یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت کرے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیرائے، فرض[15] نماز پڑھے، فرض زکوٰۃ ادا کرے اور رمضان کے روزے رکھے۔ اس نے پوچھا: رسول اللہ، احسان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ کہ تو اللہ کی اس طرح عبادت کرے جیسے کہ تو اسے دیکھ رہا ہے۔ پھر اگر تو اسے نہیں دیکھتا (تو کیا ہوا) وہ تو تمھیں دیکھتا ہے۔ اس نے سوال کیا: رسول اللہ، قیامت کب آئے گی؟ آپ نے کہا: جس سے پوچھا گیا ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا، لیکن میں تمھیں اس کی علامتیں[16] بتاؤں گا۔ جب لونڈی اپنے آقا کو جنم دے تو یہ چیز اس کی علامتوں میں سے ایک ہے۔ جب تو دیکھے کہ یہ ننگ دھڑنگ لوگوں کے بادشاہ ہیں تو یہ اس کی علامتوں میں سے ایک ہے۔ جب تو دیکھے کہ یہ بھیڑوں کے چرواہے[17] عمارتیں بنانے میں مقابلہ کر رہے ہیں تو یہ اس کی علامتوں میں سے ایک ہے۔ یہ ان پانچ چیزوں میں سے ہے جسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ پھر آپ نے یہ آیات تلاوت کیں: ان اللّٰہ عندہ .... ''اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے، وہی بارش اتارتا ہے، اسے معلوم ہے رحموں میں کیا ہے۔ کسی کو معلوم نہیں کہ وہ کل کیا کمائے گا۔ کوئی نہیں جانتا کہ کس علاقے میں اس کی موت ہو گی۔ اللہ ہی علیم و خبیر ہے۔'' اس کے بعد وہ آدمی واپس چلا گیا۔ رسول اللہ نے لوگوں سے کہا: اس شخص کو واپس لے کر

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

۱۵؎ روایت میں نماز کے ساتھ 'المکتوبة' 'لازم کی گئی'، زکوٰۃ کے ساتھ 'المفروضہ' 'فرض کی گئی' کی صفت آئی ہے۔ قرآن مجید میں نماز کو 'کتابا موقوتا' قرار دیا گیا ہے۔ اسی مناسبت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے 'مکتوبة' قرار دیا ہے۔ یہاں اس صفت کے بیان سے نفلی نماز اور فرض نماز اور نفلی صدقات اور فرض صدقات کی حیثیت کو واضح کرنا ہے۔

'مکتوبة' اور 'مفروضة' ہم معنی الفاظ ہیں۔

۱۶؎ عربی میں علامتوں کے لیے 'اشراط' کا لفظ آیا ہے۔ یہ شرط کی جمع ہے۔ جو کسی چیز کی علامت یا اس کے پہلے سامنے والے حصے کے معنی میں آتا ہے۔

۱۷؎ اصل میں ہے: 'رعاء البھم'۔ 'رعاء' کا لفظ پچھلی روایت میں زیر بحث آ چکا ہے۔ 'بھم' کا لفظ بھیڑوں کے لیے آتا ہے، لیکن اس میں گائے اور بکری بھی شامل ہے۔ یعنی عربوں کے جانور جنھیں وہ ریوڑوں کی صورت میں چراتے تھے۔ اس لفظ سے وہ جانور مراد نہیں ہیں جو محض بار برداری کے کام آتے ہیں۔

آ ؤ۔ لوگ اسے لوٹانے کے لیے نکلے، لیکن انھیں کچھ نظر نہیں آیا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: یہ جبریل تھے۔ یہ لوگوں کو ان کا دین سکھانے آئے تھے۔''

معنی

اس روایت کے تمام اہم نکات اس سے پہلے کی روایت کے تحت زیر بحث آ چکے ہیں۔ اس روایت میں اضافی بات قرآن مجید کی آیت سے استشہاد ہے۔ اس آیت میں ان امور کا تذکرہ ہے جن کا علم انسان کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ اگر اس آیت میں بیان کیے گئے معاملات میں قدر مشترک معین کریں تو وہ مستقبل کا علم ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے اپنے مستقبل کو جاننے کا کوئی ذریعہ نہیں رکھا۔ قیامت بھی مستقبل کا معاملہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس طرح قرآن مجید نے یہ واضح کیا ہے کہ آدمی مستقبل میں پیش آنے والے ضرر اور نفع کو نہیں جان سکتا۔ جس طرح وہ موت کن حالات میں آئے گی اس سے واقف نہیں ہو سکتا اسی طرح وہ قیامت کے وقت سے بھی واقف نہیں ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

متون

ابوہریرہ سے مروی یہ روایت کچھ اختلاف کے ساتھ دوسری کتب حدیث میں بھی نقل ہوئی ہے۔ ان متون میں کوئی نمایاں فرق نہیں ہے۔ کچھ لفظی فرق ہیں۔ مثلاً 'فأتاه رجل' کے بجائے 'إذ أتاه رجل يمشي' یا 'فأتاه جبريل' کے الفاظ آئے ہیں۔ ایک روایت میں 'الصلوٰة' کے ساتھ 'مکتوبة' کی صفت نہیں ہے۔ ایک روایت میں 'أمة' کے بجائے 'إمرأة' کا لفظ آیا ہے۔ زیر بحث روایت میں 'ربها' ہے بعض روایتوں میں 'ربتها' ہے۔ ایک روایت میں 'رعاء البهم' کی جگہ 'رعاء الغنم' روایت ہوا ہے۔ اسی طرح ایک روایت میں 'تطاول بنيان' والی نشانی بیان نہیں ہوئی۔ ہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کے ضمن میں حضرت ابوذر کی روایت کا حوالہ دیا تھا اور اس کی تمہید کو اقتباس کیا تھا۔ یہاں ہم مسند احمد کی روایت کے وہ حصے نقل کر رہے ہیں جس میں کچھ تفصیلات مختلف ہیں۔ اس کی تمہید کچھ اس طرح سے ہے:

عن عامر أن النبي صلى الله عليه و سلم بينما هو جالس في مجلس . فيه أصحابه . جاء ه جبريل عليه السلام في غير صورته يحسبه رجلا من المسلمين. (رقم ۱۶۵۴۱)	''حضرت عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے، جس میں آپ کے اصحاب بھی تھے کہ آپ کے پاس جبریل ایسی صورت بدل کر آئے کہ (دیکھنے والا انھیں) مسلمانوں میں سے ایک مرد خیال کرے۔''

اس میں اسلام کی تفصیل میں روزہ اور حج نہیں ہیں۔ ایمانیات کی تفصیل میں جنت، جہنم، حساب اور میزان کا اضافہ ہے۔ ہر سوال کے جواب میں 'إذا فعلت ذلك فقد أسلمت'، '...آمنت' اور '...أحسنت' کا تاکیدی جملہ ہے۔ روایت میں اس مکالمے کے اس حصے کے بعد راوی کا تاثر بیان ہوا ہے: 'نسمع رجع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و سلم إلیه و لا یری الذی یکلمه و لا یسمع کلامه' یہ تاثر بے محل لگتا ہے۔ اس لیے کہ روایت کے شروع میں جبریل کے غیر فرشتہ کی صورت میں آنے ذکر ہوا ہے اور آخر میں اس کے جاتے ہوئے دکھائی نہ دینے کا معاملہ بیان ہوا ہے۔ یہ دونوں باتیں جبریل علیہ السلام کے انسانی صورت میں آنے کو واضح کرتی ہیں۔ اس صورت میں یہ کیسے مانا جا سکتا ہے کہ دیکھنے والوں کو نہ بولنے والا دکھائی دے رہا تھا اور نہ اس کی آواز آ رہی تھی۔ قیامت پر سوال کے جواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی آیت پڑھی۔ یعنی اس روایت میں 'ما المسؤل...' والا جملہ نقل نہیں ہوا جو اس روایت کے تقریباً تمام متون میں نقل ہوا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب سن کر حضرت جبریل علیہ السلام نے خود قیامت کی نشانیاں بتائیں:

فقال السائل: یا رسول اللّٰه إن شئت حدثتك بعلامتین تكونان قبلها. فقال: حدثني. فقال: إذا رأیت الأمة تلد ربها ویطول اهل البنیان بالبنیان وعاد العالة الحفاة رؤس الناس. قال: ومن أولئك، یا رسول اللّٰه؟ قال: العریب. قال: ثم ولی، فلما لم نر طریقه بعد قال: سبحان اللّٰه ثلاثا. هذا جبریل جاء لیعلم الناس دینهم والذی نفس محمد بیده ماجاءني قط إلا وأنا نعرفه إلا أن تكون هذه المرة. (ایضاً)

''سائل نے پوچھا: یا رسول اللہ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو اس سے پہلے کی دو نشانیاں بتاؤں۔ آپ نے کہا: بیان کرو۔ اس نے کہا: جب آپ دیکھیں کہ لونڈی اپنے آقا کو جنم دے، عمارتوں والے اپنی عمارتوں کو اونچا کرنے لگیں اور یہ ننگ دھڑنگ فقیر لوگوں کے سردار بن جائیں۔ آپ نے پوچھا: یہ کون ہوں گے۔ کہا: عرب۔ پھر وہ پلٹ گیا۔ ہم نے جب بعد میں اسے راہ میں نہیں دیکھا تو حضور نے تین دفعہ سبحان اللہ کہا، یہ جبریل تھے جو لوگوں کو ان کا دین سکھانے آئے تھے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے، یہ میرے پاس کبھی اس طرح نہیں آئے کہ میں انھیں پہچان نہ پاؤں۔ اس بار ایسا ہی ہوا ہے۔''

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

کتابیات

بخاری، رقم ۴۸، ۴۴۰۴۔ ابن ماجہ، رقم ۶۲، ۴۰۳۴۔ نسائی، رقم ۴۹۰۵۔ احمد، رقم ۹۱۳۷، ۱۶۵۴۱۔

عن أبى هريرة رضى اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: سلونى . فهابوه أن يسألوه. فجاء رجل . فجلس عند ركبتيه. فقال: يارسول اللّٰه، ما الاسلام؟ قال: لا تشرك باللّٰه شيئا وتقيم الصلاة وتؤتى الزكاة وتصوم رمضان. قال: صدقت ، قال: يارسول اللّٰه، ماالايمان؟ قال: أن تؤمن باللّٰه وملائكته وكتابه ولقائه ورسله وتؤمن بالبعث وتؤمن بالقدر كله. قال: صدقت . قال: يا رسول اللّٰه، ما الاحسان؟قال: أن تخشى اللّٰه كأنك تراه فأنك إن لاتكن تراه فإنه يراك. قال: صدقت . قال: يارسول اللّٰه، متى الساعة؟ قال: ماالمسئول عنها بأعلم من السائل وسأحدثك عن أشراطها . إذا رأيت المرأة تلد ربها فذاك من اشراطها. وإذا رأيت الحفاة العراة الصم البكم ملوك الأرض فذاك من أشراطها. وإذا رأيت رعاء البهم يتطاولون فى البنيان، فذاك من أشراطها فى خمس من الغيب لا يعلمهن إلا اللّٰه ثم قرأ: إن اللّٰه عنده علم الساعة وينزل الغيث ويعلم ما فى الأرحام وماتدرى نفس ما ذا تكسب غدا وما تدرى نفس بأى أرض تموت إن اللّٰه عليم خبير. قال: ثم قام الرجل . فقال رسول اللّٰهصلى اللّٰه عليه وسلم ردوه على فالتمس فلم يجدوه . فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم هذا جبريل أراد أن تعلموا إذ لم تسألوا.

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا کرتے تھے کہ مجھ

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

سے پوچھو، لیکن لوگ آپ سے سوال کرنے سے ڈرتے تھے۔ پھر ایک آدمی آیا اور آپ کے گھٹنوں کے پاس بیٹھ گیا۔ اس نے آپ سے پوچھا: یا رسول اللہ، اسلام کیا ہے؟ آپ نے کہا: اسلام یہ ہے کہ تو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیرائے، نماز کا اہتمام کرے، زکوٰۃ ادا کرے اور رمضان کے روزے رکھے۔ اس نے کہا: آپ نے درست فرمایا۔ پوچھا: یا رسول اللہ، ایمان کیا ہے؟ آپ نے کہا: ایمان یہ ہے کہ تو اللہ پر ایمان لائے، اس کے فرشتوں، اس کی کتاب، اس سے ملاقات اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔ تو دوبارہ اٹھائے جانے اور تمام تر تقدیر پر ایمان رکھے۔ اس نے کہا: آپ نے درست فرمایا۔ پوچھا: یا رسول اللہ، احسان کیا ہے؟ آپ نے کہا: احسان یہ ہے کہ تو اللہ سے اس طرح ڈرے گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے۔ پھر اگر تم اسے نہیں دیکھتے (تو کیا ہوا) وہ تو تمھیں دیکھتا ہے۔ اس نے کہا: آپ نے درست فرمایا۔ پوچھا: یا رسول اللہ، قیامت کب ہوگی؟ آپ نے کہا: جس سے پوچھا گیا ہے وہ سائل سے زیادہ نہیں جانتا اور میں تمھیں اس کی نشانیاں بتاؤں گا۔ جب تو دیکھے کہ عورت اپنے آقا جنم دینے لگی ہے تو یہ اس کی نشانیوں میں سے ہے۔ اور جب تو دیکھے کہ یہ برہنہ پا، ننگ دھڑنگ اور گونگے بہرے اس سرزمین کے بادشاہ بن گئے ہیں تو یہ اس کی نشانیوں میں سے ہے۔ اور جب تو دیکھے کہ یہ گلوں کے چرانے والے عمارتیں اونچی کرنے میں ایک دوسرے سے مسابقت کر رہے ہیں تو یہ اس کی نشانیوں میں سے ہے۔ قیامت ان پانچ چیزوں میں سے ہے، جنھیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اسی کے پاس قیامت کا علم ہے، وہی بارش اتارتا ہے، اسے معلوم ہے رحموں میں کیا ہے۔ کسی کو معلوم نہیں کہ وہ کل کیا کمائے گا۔ کوئی نہیں جانتا کہ کس علاقے میں اس کی موت ہوگی۔ اللہ ہی علیم خبیر ہے۔ پھر وہ آدمی کھڑا ہوا (اور چلا گیا)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: اسے میرے پاس واپس لاؤ۔ اسے تلاش کیا گیا، مگر لوگوں نے اسے نہیں پایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ جبریل تھے۔ انھوں نے چاہا کہ تم سیکھو جبکہ تم سوال نہیں کر رہے ہو۔''

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

معنی

اس روایت کے اہم مباحث پچھلی روایات میں زیر بحث آ چکے ہیں۔ اس روایت میں دو باتیں سابقہ روایتوں سے مختلف ہیں۔ ایک یہ کہ اس کے آغاز میں حضرت جبریل کے آنے کی وجہ بیان کی گئی ہے اور روایت کا انجام بھی اسی سبب کی طرف اشارے پر ہوا ہے۔ مزید یہ کہ روایت کا یہ آخری جملہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے بیان ہوا ہے۔ ممکن ہے یہ اضافہ درست ہو، لیکن پچھلی روایات میں جو بات بیان ہوئی ہے وہ روایت کے مضمون سے زیادہ مطابقت رکھتی ہے۔ خیال ہوتا ہے کہ راوی نے دو الگ سے موجود مختلف چیزوں کو خود سے ملا دیا ہے۔

دوسری چیز لونڈی کے بجائے عورت کے لفظ کا آنا ہے۔ یہ فرق درست نہیں ہے۔ اس نشانی کی جو بھی وضاحت کی جائے لونڈی کا لفظ ہی موزوں محسوس ہوتا ہے۔

کتابیات

اس روایت کے مختلف متون کے حوالوں کے لیے دیکھیے حدیث ۹ اور ۱۰ کی کتابیات۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com